(فرمودہ یکم ستمبر ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ)

یہ ہمارے اسلامی سال کی دوسری عید ہے اور آج وہ مبارک دن ہے جب خدا تعالیٰ کے بندے جو لاکھوں کی تعداد میں مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے ہیں حج کر کے واپس لوٹ آئے ہیں۔ آج ان میں سے بہت سے لوگ منیٰ سے سواریوں پر جلدی جلدی مکہ مکرمہ کی طرف آ رہے ہیں تاکہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کریں اور طواف کے بعد وہ دو یا تین دن منیٰ میں ٹھہریں گے اور اس کے بعد حج ختم ہو جائے گا۔ یہ عید جو عید الاضحیہ کہلاتی ہے حج کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس عید کا ایک تعلق تو تاریخی لحاظ سے اس قربانی سے ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے کی کی اور دوسرا تعلق اس کا حج کے ساتھ ہے کہ ان ایام میں لاکھوں لاکھ مسلمانوں کو حج کے لئے جمع ہونے کا موقع ملتا ہے۔ گویا ہم سارے کے سارے مسلمان اس خوشی میں عید مناتے ہیں کہ ہمارے کچھ بھائیوں کو حج کا موقع مل گیا۔

اس عید کا وہ پہلو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم الشان قربانی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے میں ہمیشہ بیان کرتا آیا ہوں۔ آج میں اختصار کے ساتھ اس تعلق کو لیتا ہوں کہ یہ عید اس بات کی خوشی میں کہ ہمارے بعض بھائیوں کو حج کا موقعہ نصیب ہوا ہے۔ ہماری یہ عید اس خوشی میں ہے کہ مسلمان ابھی مرکزِ وحدت پر قائم ہیں۔ ہماری یہ عید اس خوشی میں ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی زندگی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے لاکھوں مسلمان آج مکہ مکرمہ میں جمع ہیں۔ ہماری یہ عید اس خوشی میں ہے کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے نمائندے دین کے مرکز مکہ مکرمہ میں اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے نام کو بلند کریں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو اس عید کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ شاید بسا اوقات یہ باتیں عید منانے والوں کے دلوں سے غائب ہوتی ہیں۔ عید کے دن کو دیکھ لو۔ ہزاروں آدمی چھوٹے چھوٹے قصبات میں بھی اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ وہ عید منائیں۔ ابھی ربوہ کیا چیز ہے ایک نئی آباد ہونے والی چھوٹی سی بستی ہے اس میں بھی ہزاروں آدمی عید کے لئے جمع ہیں۔ اور ان کی خواہش کی انتہاء کا اس بات سے پتہ لگتا ہے کہ اس وقت سینکڑوں عورتیں اور بچے اس قدر شور کر رہے ہیں کہ لوگ خطبہ بھی نہیں سن سکتے۔ گویا عید کیا ہے ایک نشہ ہے جو دماغوں پر طاری ہے ایک مستی ہے جو انسانوں پر چھائی ہوئی ہے۔ عید آگئی۔ عید آگئی۔ مگر کیا چیز آگئی ہے دیکھنے والے کو

یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے کہ کیا چیز آئی ہے جس سے ہر انسان خوشی سے معمور نظر آتا ہے۔ کسی جگہ مٹھائیاں بٹ رہی ہوتی ہیں تو دریافت کیا جائے کہ یہ خوشی کیسی ہے، تو لوگ کہتے ہیں دلہن آگئی ہے۔ اور دلہن ایک چیز ہے جو ہمیں نظر آتی ہے کسی جگہ یہ خوشیاں منائی جاتی ہیں اور چھوہارے بٹ رہے ہوتے ہیں لوگ پوچھتے ہیں کیا ہوا تو انہیں کہا جاتا ہے نکاح ہو گیا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ کل کو دلہن آئے گی کبھی خوشیاں منائی جاتی ہیں کہ لڑکا پاس ہو گیا ہے اور ہمیں نظر آتا ہے کہ کل وہ لڑکا بی۔ اے نہیں تھا آج بی۔ اے ہو گیا ہے۔ کل وہ لڑکا ایم۔ اے نہیں تھا آج ایم۔ اے ہو گیا ہے۔ کل اس پر بعض نوکریوں کے دروازے بند تھے آج وہ دروازے اس کے لئے کھل گئے ہیں۔ پھر یہ عید کیا چیز ہے۔ ہمیں کوئی چیز نظر آنی چاہیئے۔ لوگ کہتے ہیں عید آگئی عید آگئی۔ لوگ مست ہوئے جاتے ہیں شور پڑ رہا ہے اور اتنا شور ہے کہ خطبہ بھی سنائی نہیں دے رہا، آخر یہ کیا چیز ہے۔ ظاہر ہے کہ پہلی چیز تو وہی ہے جو میں نے بتائی ہے یعنی ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کی قربانی اور اس کا نتیجہ۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج کے دن ہمیں دو چیزیں ملتی ہیں جو یا تو کل تک ہمیں نہیں ملی تھیں یا جن کا کل تک ہمیں پتہ نہیں تھا۔ آج کی عید ایک تو یہ خبر لائی ہے کہ چودہ سو سال کے بعد بھی مسلمان اپنے مرکز پر قائم ہیں۔ آج بھی ساری دنیا کے مسلمانوں کے نمائندے اس مقام پر گئے ہیں جہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوئے جہاں اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ آج افریقہ سے بھی کچھ مسلمان وہاں گئے ہیں۔ ایشیاء سے بھی کچھ مسلمان وہاں گئے ہیں۔ یورپ سے بھی مسلمان وہاں آئے ہیں ابھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیا امریکہ سے بھی مسلمان حج کے لئے آئے ہیں یا نہیں لیکن وہ زمانہ یقینی طور پر آنیوالا ہے کہ امریکہ سے بھی لوگ وہاں آئیں گے اور شاید اس سال بھی بعض مسلمان امریکہ سے حج کے لئے آگئے ہوں تا کہ وہ اپنے ملک کو اس الزام سے بچائیں کہ امریکن لوگ حج نہیں کرتے۔ یورپ سے تو بعض مسلمان حج کے لئے آجاتے ہیں خصوصاً مشرقی اور جنوبی یورپ میں مسلمان پائے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک تعداد حج کے لئے بھی آتی ہے۔ بہر حال آج ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان پھر ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے پھر اس بات کی شہادت دی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دین آج بھی زندہ ہے۔ آپ کے خادم آج بھی آپ کی آواز کو بلند کرنے کے لئے دنیا میں موجود ہیں اور یہ بات ہمارے لئے کتنی خوشکن ہے دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ کے پاس سے کوئی شخص ہمیں ملنے کے لئے آتا ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ کا کیا حال ہے اگر وہ ان کی خیریت کا پتہ دیتا ہے تو ہم کہتے ہیں الحمد للہ۔ عید بھی ہمارے لئے ایک سندیسہ

اور ایک خبر لائی ہے کہ اسلام کی رگوں میں اب بھی خون چل رہا ہے۔ اب بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق رکھنے والے لوگ دین کے مرکز مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے اس تعلق کا اعلان کیا ہے جو انہیں آپؐ سے ہے انہوں نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ چاہے کمزور رہی سہی لیکن آپ کے نام لیوا اب بھی دنیا میں موجود ہیں تو دیکھو یہ کتنی خوشی کی بات ہے۔ اگر کوئی شخص ہم سے کسی کے ماں باپ کی خیریت کی خبر لاتا ہے تو وہ کہتا ہے الحمدللہ۔ توجب یہ عید ہمارے پاس اسلام کی زندگی کا ثبوت لائی ہے تو ہم کیوں نہ سجدوں میں گر جائیں کیوں نہ ہم خدا تعالےٰ کا شکر بجا لائیں کہ ابھی قومی زندگی کی رگ پھڑک رہی ہے ابھی ہماری قومی زندگی کا سانس چل رہا ہے۔ ابھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفاداری کا دم بھرنے والے دنیا میں موجود ہیں۔ ابھی مسلمان وحدت کے مرکز پر قائم ہیں۔

دوسری چیز جس کی خبر یہ عید لائی ہے وہ حج ہے یہ عید ہمیں بتاتی ہے کہ ہمارے کچھ بھائیوں کو حج نصیب ہوا ہے کسی بھائی کا بیاہ ہوتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ کسی کے ہاں بھائی پیدا ہوتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے کسی کی بہن کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے تو وہ خوش ہو رہا ہوتا ہے۔ کسی کے بھائی کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے تو وہ خوش ہو رہا ہوتا ہے۔ تم سے اگر کوئی یہ سوال کرے کہ بیٹا تو تمہاری والدہ کے ہاں پیدا ہوا ہے تم کیوں ہنس رہے ہو۔ بیٹا تو تمہارے باپ کے ہاں پیدا ہوا ہے تم کیوں خوش ہو رہے ہو۔ بیٹا تو تمہاری بہن کے ہاں ہوا ہے تمہیں خوشی کیوں ہے۔ بیٹا تو تمہارے بھائی کے ہاں ہوا ہے یا بیٹا تو تمہارے چچا کے ہاں ہوا ہے تم خواہ مخواہ کیوں ہنس رہے ہو تو تم میں سے ہر ایک یہ جواب دیگا کہ واہ کیا ان کی خوشی میری خوشی نہیں کیا میرے ماں باپ کے ہاں بیٹا ہوا ہے تو میں ان کی خوشی میں شریک نہیں اگر میں اپنے بھائی کی خوشی میں شریک ہوا ہوں تو کیا وہ میرا بھائی نہیں، اگر میری بہن کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے، تو میں کیوں خوشی نہ مناؤں ؟ کیا وہ میری بہن نہیں۔ اس کی خوشی کی وجہ سے مجھے کیوں خوشی نہ ہو۔ پس دنیا میں یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بھائی بھائی کی خوشی سے خوش ہوتا ہے۔ ایک بھائی کامیابی حاصل کرتا ہے تو دوسرا بھائی بھی خوش ہوتا ہے۔ ایک بھائی نجاری کا کام سیکھ رہا ہوتا ہے اور ایک تعلیم حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں ـــــ میاں ! اگر تمہارا بھائی بی۔ اے ہو گیا ہے تو تم خوش کیوں ہوتے ہو، تم نے تو ساری عمر لکڑیاں چیرنی ہیں۔ ایک بھائی نانبائی کا کام کرتا ہے اور وہ آگ کے سامنے جھلس رہا ہوتا ہے تو دوسرا بھائی ڈاکٹر بن رہا ہوتا ہے یا اپنے عہدے میں ترقی پا رہا ہوتا ہے، تو وہ نانبائی بھی اپنے بھائی کی کامیابی پر خوش ہوتا ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ میاں! تمہارے لئے خوشی کی کیا بات ہے؟ تم نے تو آگ میں جھلسنا

ہے۔ تو وہ کہتا ہے آخر وہ میرا بھائی ہے اور بھائی کی خوشی سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔

بہرحال ہمیں ہر جگہ یہ بات نظر آتی ہے کہ کسی کا عزیز یا دوست کسی بات میں کامیابی حاصل کرتا ہے تو اس کو بھی خوشی ہوتی ہے۔ پس عید کی دوسری وجہ یہ ہوتی کہ اگرچہ ہمیں حج نصیب نہیں ہوا لیکن ہمارے کچھ بھائیوں کو حج نصیب ہوا ہے اور جس طرح ایک نانبائی کے بھائی کو ڈگری ملتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور وہ یہ نہیں کہتا کہ ڈگری میرے بھائی کو ملی ہے مجھے کیا فائدہ؟ ایک نجار اپنے بھائی کی کامیابی یا عہدے میں ترقی پر خوش ہوتا ہے اور یہ نہیں کہتا کہ کامیابی میرے بھائی کو ہوئی ہے یا ترقی میرے بھائی کو ملی ہے مجھے کیا فائدہ؟ اسی طرح آج مسلمان اس لئے عید مناتے ہیں کہ ان کے کچھ بھائیوں کو حج نصیب ہوا ہے۔ اور پھر جہاں کسی کو خوشی کا موقعہ ملتا ہے وہاں اس کے اندر یہ جذبہ بھی ہوتا ہے کہ مجھے بھی کل کو یہ خوشی نصیب ہو۔ جب انسان اپنے بھائی کی خوشی پر خوش ہوتا ہے تو وہ یہ نہیں کہتا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا۔ بسا اوقات وہ اس کی خوشی میں اس لئے شامل ہوتا ہے کہ وہ یا تو وہ کام کر چکا ہوتا ہے یا اسے امید ہوتی ہے کہ میں بھی یہ کام کروں۔ جب اس کے بھائی کو کامیابی ہوتی ہے تو وہ یہ نہیں کہتا کہ میرے بھائی کو یہ موقع ملا ہے مجھے یہ موقع نہ ملے۔ بلکہ اس کے اندر یہ جذبہ نہاں ہوتا ہے۔ کہ یہ چیز مجھے مل چکی ہے یا خدا کرے آئندہ کسی وقت مل جائے۔

پس یہ عید اس طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ اپنے بھائیوں کو دیکھکر ہمارے اندر بھی حج کرنے کا جذبہ پیدا ہونا چاہیئے۔ جہاں اپنے بعض بھائیوں کو حج نصیب ہونے کی خبر سُنکر ہم خوش ہوتے ہیں، وہاں ساتھ ہی ہمیں یہ خیال بھی کرنا چاہیئے کہ ہم کیوں حج نہ کریں۔ ہمارے اندر یہ خواہش پیدا ہونی چاہیئے کہ خدا تعالےٰ ہمیں بھی حج کا موقع دے۔ مگر افسوس کہ حج کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ گئی ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو حج کے لئے جاتے ہیں اور اس سے ہماری جماعت بھی مستثنیٰ نہیں۔ ہماری جماعت کے افراد بھی بہت کم تعداد میں حج کے لئے جاتے ہیں حالانکہ حج پر اتنا روپیہ خرچ نہیں ہوتا جتنا روپیہ ہم میں سے بعض زمیندار اپنے بچوں کی شادیوں پر خرچ کر دیتے ہیں اور اس قسم کے زمیندار جماعت میں سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ آجکل کے حالات کے مطابق جس شخص کے پاس دو مربعے زمین ہے وہ ۵ - ۷ - ۱۰ ہزار روپیہ سالانہ تک کماتا ہے جب لوگ مشورہ کے لئے آتے ہیں تو کہتے ہیں لڑکی کی شادی کے لئے اتنے ہزار روپیہ جمع کیا ہے اور اس قدر اُدھار لیا جائیگا۔ وہ زمیندار جن کے پاس دو دو تین تین مربعے ہیں جماعت میں سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں اور وہ سینکڑوں ایسے ہیں جن پر حج فرض ہے ان میں سے ہر ایک اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی پر اس قدر روپیہ خرچ کر دیتا ہے جس سے بہت کم روپیہ حج پر خرچ ہوتا

ہے۔ اور غیر احمدیوں میں تو اس کی کوئی انتہا نہیں۔ ان میں لاکھوں نہیں کروڑوں لوگ ایسے ہیں جن پر حج فرض ہے لیکن انہوں نے حج نہیں کیا۔ پھر ایسا شخص جس کی تنخواہ چار پانچ سو روپیہ ماہوار ہو اس پر بھی حج فرض ہے۔ اور اس قسم کے آدمی بھی ہماری جماعت میں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں مگر کتنے ہیں جنہوں نے حج کیا ہے؟ تم بہت کم لوگ ایسے دیکھو گے جن پر حج فرض تھا اور انہوں نے حج کیا۔ جماعت میں سے یہی پانچ دس پندرہ بیس آدمی ہر سال حج کے لئے جاتے ہیں یہ تعداد ایسی نہیں جس کے متعلق یہ خیال کیا جائے کہ کافی ہے۔ بیرون عرب سے چالیس پچاس ہزار کے قریب لوگ حج کے لئے جاتے ہیں۔ رپورٹیں تو بہت زیادہ تعداد کی آتی ہیں لیکن ان میں مبالغہ ہوتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ ہندوستان و پاکستان سے ۱۵۔ ۲۰ ہزار آدمی حج کے لئے ہر سال جاتا ہے۔ دس بیس ہزار آدمی انڈونیشیا سے جاتا ہے ۱۵۔ ۱۶ ہزار آدمی جنہیں پچاس ہزار کہہ دیا جاتا ہے۔ مصر سے حج کے لئے جاتا ہے یہ کل ملا کر پچاس ساٹھ ہزار آدمی ہو جاتا ہے۔ اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ کے قریب شام عرب اور عراق اور خود مکہ سے شریک ہو جاتا ہے۔ اس لئے ڈیڑھ دو لاکھ کی تعداد بن جاتی ہے اور اگر زیادہ کامیابی ہو تو دو اڑھائی لاکھ کی تعداد حاجیوں کی ہو جاتی ہے۔ لیکن دنیا میں چالیس کروڑ کے قریب مسلمان ہے۔ اگر سو میں سے ایک آدمی حج کے قابل سمجھا جائے تو چالیس لاکھ کے قریب لوگ حج کے قابل بنتے ہیں اور اگر بیس سال کی عمر بھی حج کی سمجھ لی جائے اور یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ زمانہ ایسا ہے کہ انسان کے پاس سفر کے لئے روپے جمع ہوتے ہیں اس کی صحت ایسی ہوتی ہے کہ سفر کرے تو گویا دو لاکھ آدمی حج کے لئے سالانہ جانا چاہیئے۔ لیکن اتنی تعداد مسلمانوں کی حج کے لئے نہیں جاتی اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے مکہ اور عرب والوں کو ملا کر ڈیڑھ دو لاکھ حاجی ہر سال حج کے لئے جاتا ہے جن میں سے بیرون عرب کے صرف ۵۰۔ ۶۰ ہزار حاجی ہوتے ہیں۔ اگر پاکستان کو ہی لیا جائے تو اس میں ۷ کروڑ سے زیادہ مسلمان ہیں۔ اس طرح لاکھ آدمی حج کے قابل بنتے ہیں۔ اور اگر بیس سال کی عمر حج کے قابل سمجھ لی جائے تو قریباً تیس ہزار آدمی سالانہ پاکستان سے حج کے لئے جانا چاہیئے تب کہیں جا کر حج کے قابل آدمی کا حساب پورا ہوتا ہے لیکن جاتے صرف بارہ تیرہ ہزار ہیں۔ پھر بڑی مشکل یہ ہے کہ جو لوگ پاکستان سے حج کے لئے جاتے ہیں یا جو لوگ افریقہ اور مصر وغیرہ سے حج کے لئے آتے ہیں وہ سو فیصدی ایسے نہیں ہوتے جن پر حج شرعی طور پر فرض ہوتا ہے۔ ان میں سے ۸۰ فیصدی ایسے ہوتے ہیں جن پر حج فرض نہیں ہوتا۔ صرف وہ ایمان کی وجہ سے حج کے لئے چلے جاتے ہیں۔ جس سال میں نے حج کیا ہے اس سال کا ایک واقعہ ہے۔ ایک آدمی میرے پاس کچھ مدد مانگنے کیلئے آیا

میری عمر جوانی کی تھی۔ بعض باتیں جائز ہوتی ہیں لیکن تجربہ کار آدمی منہ پر نہیں لاتا۔ میں نے جوانی کی وجہ سے اس کا خیال نہ کیا۔ جب وہ شخص میرے پاس آیا تو میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ اگر تمہارے پاس اخراجاتِ سفر نہیں تھے تو پھر تم حج کے لئے کیوں آئے۔ شریعت کا یہ حکم ہے کہ اگر تمہارے پاس اخراجات سفر ہوں اور پھر اپنی غیر حاضری میں بال بچوں کے گذارہ کے لئے بھی تمہارے پاس روپیہ ہو تو حج کے لئے جاؤ۔ اس لئے اگر تمہارے پاس اخراجات سفر نہیں تھے تو پھر تم حج کے لئے آئے کیوں؟ پھر میں نے دریافت کیا کہ تم کام کیا کرتے ہو۔ اس نے کہا میں نائی کا کام کیا کرتا ہوں میں جب حج کے لئے چلا تو میرے پاس کافی روپیہ تھا لیکن بعض مشکلات کی وجہ سے مزید روپیہ کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ میں نے جب دریافت کیا کہ تمہارے پاس کتنا روپیہ تھا تو اس نے کہا بمبئی سے جب میں چلا تو میرے پاس پچاس روپے تھے گویا ان دنوں جب حج پر اڑھائی تین سو روپیہ خرچ ہوتا تھا پچاس روپے کی پونجی والا حج کے لئے چل پڑا۔ (اب بارہ تیرہ سو روپیہ کے قریب حج پر خرچ ہوتا ہے) اب کجا پچاس روپے اور کجا اڑھائی تین سو روپے۔ میں نے کہا کہ جب تمہارے پاس اس قدر قلیل رقم تھی تو تم حج کے لئے کیوں چلے؟ تو اس نے کہا۔ میں نے خیال کیا کہ اس قدر روپیہ میرے پاس ہے اور کچھ رستہ میں محنت کر لونگا۔ چلو دربارِ محبوب کی زیارت تو کر آؤں لیکن اب واپس جانے کے لئے میرے پاس اخراجات نہیں۔ لیکن دوسری طرف یہ حال ہے کہ جس کے پاس ایک لاکھ روپیہ کی جائداد ہے وہ بھی حج کے لئے نہیں جاتا۔ شاید اس لئے کہ جتنی زیادہ دولت کسی کے پاس آتی ہے اس کا ایمان کمزور ہوتا جاتا ہے۔ ایک دفعہ ایک مالدار شخص حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا اے استاد مجھے بھی اپنی شاگردی میں لے لیجئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے دیکھا کہ اس کے کپڑے اچھے ہیں آپ نے اس کے حالات دریافت کئے۔ اس کے حالات سے معلوم ہوا کہ وہ ایک لاکھ پتی آدمی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا۔ سوئی کے ناکہ میں سے اونٹ کا گذر جانا ممکن ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ کی بادشاہت میں ایک مالدار کا داخل ہونا ممکن نہیں۔ گویا اگر کوئی بیوقوف تم سے کہے کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ گذر گیا۔ تو تم اس پر اعتبار کر لو لیکن اگر کوئی کہے کہ فلاں مالدار شخص خدا تعالےٰ کی بادشاہت میں داخل ہو گیا ہے تو اس پر اعتبار نہ کرو۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس شخص سے کہا جاؤ تمہیں خدا تعالےٰ کی بادشاہت میں داخل کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ پس جن لوگوں کی حیثیت ہوتی ہے وہ تو حج کے لئے نہیں جاتے اور جن کی حیثیت کچھ نہیں ہوتی وہ حج کے لئے جاتے ہیں اور بارہ تیرہ ہزار آدمی جو پاکستان سے حج کے لئے جاتا ہے اس میں سے درحقیقت پانچسو یا ہزار آدمی ایسا ہوتا ہے جس پر حج فرض ہوتا ہے۔ پس وہ اندازہ جو میں نے لگایا ہے وہ بھی

گھٹانا پڑتا ہے اور درحقیقت حج پر جانے والوں میں سے صرف تین فیصدی وہ لوگ ہوتے ہیں جن پر حج فرض ہوتا ہے۔ باقی لوگ جو حج کے لئے جاتے ہیں ان پر حج فرض نہیں ہوتا۔ وہ عاشق ہوتے ہیں جن کے پاؤں میں کانٹے چبھ رہے ہوتے ہیں لیکن وہ ان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے محض عشق کی وجہ سے جارہے ہوتے ہیں وہ حج کا فریضہ ادا کرنے نہیں جاتے وہ عشق کی آواز پر لبیک کہہ رہے ہوتے ہیں۔

پس یہ عید اس لئے آتی ہے تا ہمارے دلوں کو بیدار کرے اور ہمیں ہمارا فرض یاد دلائے۔ عید ہمیں یہ بتانے آتی ہے کہ حج کی عبادت تم پر بھی فرض ہے جس طرح نماز ایک ضروری فریضہ ہے، جس طرح زکوٰۃ ایک ضروری فریضہ ہے۔ جس طرح روزے ایک ضروری فریضہ ہیں، اسی طرح حج بھی ایک ضروری فریضہ ہے لیکن افسوس کہ نہ غیر احمدیوں میں اس فریضہ کا صحیح احساس پایا جاتا ہے اور نہ احمدیوں کو اس کا پورا احساس ہے۔ غیر احمدیوں میں تو یہ لطیفہ ہوتا ہے ان کے خطوط آتے ہیں کہ اگر حضرت مرزا صاحب مسلمان تھے تو انہوں نے حج کیوں نہیں کیا۔ پھر ان کے پہلے خلیفہ نے بھی حج نہیں کیا اور آپ نے بھی حج نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ نے نہ صرف حج کیا تھا بلکہ دو سال کے قریب آپ مکہ مکرمہ میں رہے[۳] اور میں نے بھی حج کیا ہے[۴]۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحت اس قابل نہیں تھی کہ آپ سفر کرتے۔ پھر آپ کے لئے رستہ میں امن بھی نہیں تھا۔ اس لئے آپ نے حج نہیں کیا لیکن آپ کی طرف سے ہم نے حج بدل کروا دیا تھا[۵]۔ گویا غلو میں دشمنوں نے کمال کر دیا ہے۔ سیالکوٹ میں ایک بڑے پیر تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ تقریر کی وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنے رنگ میں پیش کرتے تھے۔ انہوں نے تقریر میں کہا۔ دیکھو مرزائی اپنی سچائی کے ثبوت میں بڑے بڑے دلائل دیتے ہیں اور علماء بحثیں ہوتی ہیں۔ یہ تو مولویوں والی باتیں ہیں میں روحانی آدمی ہوں۔ میں تمہیں موٹی دلیل دیتا ہوں جس سے پتہ لگ جائے گا کہ مرزائی اپنے دعویٰ میں سچے نہیں اور وہ دلیل یہ ہے کہ مرزا صاحب چونکہ دجّال ہیں جو شخص مرزائی ہوتا ہے وہ مرتد اور سخت بے ایمان ہو جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کا رنگ کالا کر دیتا ہے تم کوئی مرزائی دیکھ لو اس کا رنگ کالا ہوگا۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ خدا تعالیٰ کی لعنت ان پر پڑتی ہے۔ پیر صاحب کی ایک آنکھ میں نقص تھا اور مجلس میں ایک احمدی مدرس بھی بیٹھے تھے انہیں غصہ آگیا۔ ان کا رنگ بہت سفید تھا۔ پیر صاحب سے بھی زیادہ جن کا رنگ بھی سفید تھا مگر اس احمدی کے برابر نہیں وہ احمدی مدرس کھڑے ہوئے اور کہا۔ میں ایک احمدی ہوں۔ آپ اپنے مریدوں سے پوچھ لیں کہ میں زیادہ گورا ہوں یا آپ زیادہ گورے ہیں۔ پھر آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دجّال کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اب دنیا میں موجود نہیں لیکن آپ ایک آنکھ سے کانے ہیں اور دجّال کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ

وہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا۔[1] اس پر پیر صاحب کے مریدوں نے اس احمدی دوست کو مارنا شروع کر دیا اور اسے خوب پیٹا۔ اس نے پیر صاحب اور اس کے مریدوں کے خلاف نالش کر دی۔ پیر صاحب بہت گھبرائے۔ وہ زمانہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا تھا۔ مَیں اس وقت کوئی اکیس سال کا تھا اور لاہور گیا ہوا تھا۔ جب میں واپس قادیان جا رہا تھا تو اتفاقاً جس کمپارٹمنٹ میں مَیں بیٹھا تھا اس میں وہ پیر صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بڑے جہاندیدہ آدمی تھے۔ انہوں نے کرید کرید کر پتہ لے لیا کہ مَیں کون ہوں اور جھٹ قلم کاغذ منگوایا اور کہا۔ ایک مرزائی نے کسی شخص پر نالش کی ہے اور اب دونوں طرف سے جھوٹ بولا جائے گا اور ایمان خراب ہوگا۔ میں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ فریقین میں سے کوئی اس میں پھنس جائے۔ اس لئے آپ اس احمدی کو چِٹھی لکھ دیں کہ وہ مقدمہ واپس لے لے۔ مَیں نے کہا۔ مرزائی تو جھوٹ نہیں بولتے اس لئے ان کا ایمان خراب نہیں ہوتا اور اگر دوسرے فریق کو علم ہے کہ جھوٹ بولنے سے ایمان خراب ہوتا ہے تو وہ جھوٹ کیوں بولے گا واپس آکر مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو یہ واقعہ سُنایا تو آپ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں خدا تعالیٰ نے موقع دیا تھا کہ تم احمدیت کے ایک دشمن کو ممنونِ احسان کر لیتے لیکن تم نے یہ موقع ضائع کر دیا۔ تمہیں چاہیئے تھا کہ ضرور رقعہ لکھ دیتے۔ میں نے کہا۔ مجھے قانون کا علم نہیں تھا، مَیں نے خیال کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دوست میری اس تحریر کی وجہ سے کسی مصیبت میں پھنس جائیں۔ وہ پیر صاحب یہ بھی کہا کرتے تھے کہ مرزائی حج کو نہیں جاتے اور نہ وہ حج کر سکتے ہیں کیونکہ دجّال خانہ کعبہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ دیکھ لو مرزا صاحب نے حج نہیں کیا اور نہ ان کے مرید کرتے ہیں۔ اس بات کا اظہار انہوں نے جس مجلس میں کیا تھا اس میں سرگودھا کے ایک احمدی بیٹھے ہوئے تھے جنہوں نے حج کیا ہوا تھا۔ اتفاق سے جب وہ احمدی دوست عرفات میں کھڑے تھے تو وہ پیر صاحب بھی وہیں تھے انہیں جگہ نہیں ملی تھی۔ پاس ہی پتھروں کی ایک منڈیر تھی جس پر وہ احمدی دوست کھڑے تھے۔ اس احمدی دوست نے پیر صاحب کو ان پتھروں پر سہارا دے کر بٹھا دیا اور خود نیچے اُتر آئے تھے۔ جب پیر صاحب نے یہ کہا کہ مرزائی حج نہیں کرتے، مرزائی دجّال ہیں اور دجّال خانہ کعبہ میں داخل نہیں ہو سکتا تو اس احمدی دوست نے کہا آپ کو تو وہاں جگہ بھی ایک احمدی نے دی تھی۔[2]

غرض اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دشمن جھوٹ کو انتہا تک لے جاتا ہے۔ لیکن اس حقیقت کو چھپایا نہیں جا سکتا کہ فریضہ حج کو جماعت احمدیہ بھی پوری طرح ادا نہیں کر رہی۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ باقی مسلمان بھی تو اس کی ادائیگی میں سُستی کر رہے ہیں کیونکہ تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ جو نقائص اور بُری باتیں مسلمانوں میں پیدا ہو گئی تھیں۔ ہم انہیں مٹانے آئے ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں

کہ احمدیوں کی مساجد غیر احمدیوں کی مساجد سے زیادہ آباد ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض احمدیوں میں سستی پائی جاتی ہے لیکن یہ سستی اسی رنگ میں ہے کہ وہ مسجد میں نماز ادا کرنے میں باقاعدہ نہیں۔ ویسے وہ نماز پڑھتے ہیں۔ اور شاید سو میں سے ایک احمدی ایسا نکلے جو نماز میں سست ہو، اکثر حصہ نماز پڑھ لیگا۔ روزہ میں بھی احمدی اچھے ہیں گو خواہ رسمًا ہی سہی۔ غیر احمدیوں میں بھی روزہ اچھا ہے۔ اس میں ہم ان پر الزام نہیں لگا سکتے۔ زکوٰۃ میں احمدی بہت زیادہ اچھے ہیں دوسرے مسلمانوں میں اس فریضہ کی طرف بہت کم توجہ ہے۔

پس چاروں ارکانِ عبادت میں سے روزہ میں تو ہم فضیلت کا دعویٰ نہیں کر سکتے ہاں تھوڑا بہت فرق ہو تو کوئی بات نہیں لیکن نماز اور زکوٰۃ میں احمدیوں کا پلّہ یقینًا بھاری ہے اور اس بارہ میں احمدیوں اور غیر احمدیوں میں نمایاں فرق ہے۔ لیکن حج میں بظاہر کوئی فرق نہیں حالانکہ ہمارا فرض آدھی اصلاح کرنا نہیں بلکہ پوری اصلاح کرنا ہے جب تک روزے اور حج میں بھی احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں میں نمایاں فرق نظر نہ آئے۔ اس وقت تک ہم پوری اصلاح کا دعویٰ نہیں کر سکتے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ احمدی روزہ میں آوارگیاں نہیں کرتے۔ گالی گلوچ نہیں کرتے، قرآن کریم کا درس سنتے ہیں پھر نسبتًا زیادہ روزے رکھتے ہیں لیکن کوئی نمایاں فرق نہیں۔ یہاں بھی رپورٹیں ایسی آتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض نوجوان روزے نہیں رکھتے۔ ہمارے خاندان کے بعض لوگ بھی روزے نہیں رکھتے اور خرابیٔ صحت کا عذر کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح ڈاکٹر بھی اس گناہ میں شامل ہو جاتے ہیں کیونکہ ڈاکٹر اس بارہ میں ان کی مدد کرتے ہیں بہرحال حقیقت یہی ہے۔ کہ احمدیوں سے بھی ایک طبقہ ایسا ہے جو روزے نہیں رکھتا حالانکہ ان کی عمر اور صحت ایسی نہیں ہوتی۔ کہ وہ روزے نہ رکھ سکیں۔ کمزوری اور چیز ہے اور ترک اور چیز ہے مثلاً ایک شخص نماز پڑھتا ہے لیکن وہ باوجود طاقت کے مسجد میں نہیں جاتا تو ہم اسے کمزور کہیں گے، تارک نہیں کہیں گے کیونکہ اس نے نماز چھوڑی نہیں۔ اس طرح اگر کوئی شخص روزہ میں احتیاط نہیں کرتا وہ گالی گلوچ سے کام لیتا ہے یا کسی سے لڑ پڑتا ہے تو ہم اس کو کمزور کہیں گے اس کو روزے کا تارک نہیں کہیں گے۔ تارک اسے کہتے ہیں جو باوجود طاقت کے روزہ رکھنے سے انکار کر دیتا ہے۔ آخر وہ بیماریاں جو ہمارے اندر ہیں کیا صحابہؓ کے اندر نہیں تھیں صحابہؓ میں کیوں ایسی بیماریاں نہیں تھیں۔ تم لوگ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پیش کر دیتے ہو، پھر کھاتے پیتے ہو۔ شکار کرتے ہو، سیر کرتے ہو۔ کیا صحابہ اَور قسم کے انسان تھے اور تم اور قسم کے انسان ہو؟ ان میں اور تم میں صرف یہ فرق ہے کہ تم بہانے بناتے ہو وہ بہانے نہیں بناتے تھے۔ اس لئے اس قسم کے استثناء ان میں نظر نہیں آتے۔ اسی طرح حج کے متعلق مختلف بہانے بنا دیئے جاتے ہیں ہمیں اس کے متعلق سوچنا

چاہیئے اور اپنے اپنے محلہ میں دیکھنا چاہیئے کہ کتنے لوگ ایسے ہیں جن پر حج فرض ہے اور انہوں نے حج کیا ہے۔ پھر دیکھو کتنے لوگ مکان بنا رہے ہیں۔ ہجرت کے چار سال کے بعد ہی کئی مہاجرین نئے مکان بنا رہے ہیں۔ پیچھے چھوڑے ہوئے سامان کے متعلق جو رپورٹیں وہ گورنمنٹ کو دیتے ہیں ان میں سے کوئی دو لاکھ کی ہوتی ہے کوئی تین لاکھ کی ہوتی ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے کہ ان کی جائداد اس قدر تھی تو انہوں نے حج کیوں نہیں کیا تھا حقیقت یہ ہے کہ دلوں میں حج کی وہ عظمت نہیں رہی جو ایک سچے مسلمان کے دل میں ہونی چاہیئے اور افسوس کہ احمدیوں نے بھی اس طرف توجہ نہیں کی۔ اب اس عید سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے دلوں میں حج کی عظمت پیدا کرو اور زیادہ سے زیادہ حج کے لئے جاؤ تا کہ حج کی غرض پوری ہو اور حج سے جو خدا تعالیٰ کا منشاء ہے وہ پورا ہو اور پھر جو لوگ حج کے لئے جائیں ان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس بات پر غور کریں کہ آج باوجود اتنی تعداد میں ہونے کے مسلمان آزاد کیوں نہیں ہیں مسلمان منظم کیوں نہیں وہ اسلام کو اس کی پہلی شان پر لے جانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ وہ ان ذرائع پر غور کیوں نہیں کرتے جن سے اسلام کو پہلی شان حاصل ہو۔ اگر مسلمان غور کریں گے تو انہیں احمدیت کے سوا کوئی اور جگہ نظر نہیں آئے گی۔ احمدیت کے اصول ہی ایسے ہیں جن پر عمل کر کے ہم اسلام کو وہی شان دلا سکتے ہیں جو اسے پہلے حاصل تھی۔ صرف پاکستان کی گورنمنٹ کا یہ کہہ دینا کہ احمدی جماعت کے سرکاری آفیسرز اپنے اپنے محکمے کے لوگوں کو تبلیغ کرتے ہیں۔ درست نہیں اگر یہ بات تھی تو ان کا فرض تھا کہ وہ اس کا ثبوت دیتے کہ فلاں افسر کی وجہ سے فلاں محکمے کے اتنے لوگ احمدی ہوگئے ہیں محض مولویوں نے یہ بات کہی اور حکومت نے یہ خیال کر کے کہ وہ ان کے بزرگ ہیں اور ہمیشہ ہی سچ بولتے ہیں، ان پر اعتبار کر لیا۔ حالانکہ دو جھوٹ مل کر سچ نہیں ہو جاتے وہ زیادہ خطرناک گناہ بن جاتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ احمدیت وہ چیز پیش کرتی ہے کہ جب انسان مخلی بالطبع ہو کر اس پر غور کرے گا تو وہ ضرور ایمان لے آئے گا۔ جن عقائد اور تعلیموں کو احمدیت پیش کرتی ہے اگر انسان تعصب کی پٹی اتار کر ان پر غور کرے گا تو وہ احمدی ہو جانے پر مجبور ہو گا یہی وجہ ہے کہ مولوی کہتے ہیں کہ احمدیوں کی باتیں نہیں سننی چاہئیں۔ احمدیوں کو پتھر مارو کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جب ایک مسلمان مخلی بالطبع ہو کر احمدیت کی تعلیم پر غور کرے گا تو اس پر ان کی دلیل کارگر نہ ہوگی۔ احمدیوں کے دلائل کے مقابلہ میں ان کی دی ہوئی دلیل کوئی حیثیت نہیں رکھتی اس لئے وہ اس بات کی جرأت نہیں رکھتے کہ وہ دوسروں کو احمدیوں کی باتیں سننے دیں۔ کبھی وہ گورنمنٹ کے آگے ناک رگڑتے ہیں کبھی وہ پبلک کو احمدیوں کا بائیکاٹ کرنے پر اکساتے ہیں۔ کبھی وہ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ جو شخص احمدیوں کی باتیں سنے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ احمدیت کی تعلیم جب بھی مسلمانوں کے سامنے آئے گی ان کی آنکھیں کھلیں گی اور وہ احمدیت قبول کرلیں گے اس میں شبہ نہیں کہ ہزار وقت ایسے آتے ہیں جب دلیل ضائع ہوجاتی ہے لیکن پھر بھی انسان پر کچھ نہ کچھ بیداری آتی ہے اور جب بھی کسی پر بیداری آتی ہے۔ اور اس کے دل کی کھڑکی کھلتی ہے وہ سچائی کو قبول کرلیتا ہے۔ آخر وہ لوگ بھی تھے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلے دن ایمان لائے جیسے حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ اور وہ لوگ بھی تھے جو بیسویں سال ایمان لائے جیسے حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت عمروؓ بن عاصؓ۔ بے شک جو عقل خالدؓ میں بیسویں سال تھی وہی پہلے سال بھی تھی۔ لیکن فرق یہ تھا کہ پہلے سال ان کے دل کی کھڑکیاں نہیں کھلی تھیں۔ حضرت عمروؓ بن عاص میں بھی عقل تھی جو انہیں پہلے سال مسلمان بناسکتی تھی لیکن ان کے دل کی کھڑکیاں ابھی نہیں کھلی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ اور زیدؓ کی کھڑکیاں کھلی تھیں اس لئے وہ پہلے دن ایمان لے آئے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب فرمایا کہ مَیں خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہُوا ہوں تو ان سب نے اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا کہا۔ لیکن کچھ لوگوں کی کھڑکیاں سال بعد کھلیں، کچھ لوگوں کی کھڑکیاں دو سال بعد کھلیں، کچھ لوگوں کی کھڑکیاں چار سال بعد کھلیں اور بعض لوگ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے قریب ایمان لائے۔ پس کھڑکی کھلنے کی بات ہے ورنہ یہ یقینی بات ہے کہ جب کسی کی کھڑکی کھلے گی، وہ احمدیت قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ جس طرح مولویوں نے اسلام کی شکل کو بگاڑ کر پیش کیا ہے، کوئی مسلمان مخلّی بالطبع ہو کر اسے مان نہیں سکتا۔ جو اسلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کیا ہے، جو تشریح قرآن کریم اور حدیث کی آپ نے پیش کی ہے وہی ہے جسے دنیا آرام اور خوشی سے مان سکتی ہے باقی تشریحیں جو مولوی کرتے ہیں وہ ڈنڈے سے تو منوائی جاسکتی ہیں عقل سے نہیں منوائی جاسکتیں۔

اب میں دُعا کر دیتا ہوں کہ خدا تعالےٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب کرے، انہیں سعادت نصیب کرے۔ خدا تعالےٰ انہیں توفیق دے کہ جس طرح وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر حج کے لئے گئے ہیں خدا تعالےٰ بھی انہیں اپنا بنالے تا کہ وہ اللہ تعالےٰ کا سچا قرب حاصل کرسکیں۔ اور ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو حج کی توفیق عطا فرمائے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مولد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اٹھایا ہُوا گھر وہ عزت و شوکت حاصل کرے جس کا وہ مستحق ہے۔ مسلمان اپنے گھروں میں بھی سب سے زیادہ مومن سب سے زیادہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اطاعت گذار اور آپؐ کے فرمانبردار ہوں اور

سب سے زیادہ آپ کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہوں، ان میں ایمان ہو، تقویٰ ہو، پرہیزگاری ہو، سعادت ہو۔ ان کی ہربات خدا تعالیٰ کو یاد دلانے والی ہو۔ ان کا ایک ایک لفظ خدا تعالیٰ کے ذکر کو بلند کرنے والا ہو اور اسلام کو وہ شوکت حاصل ہو جس کا وہ مستحق ہے۔

پھر ہم دُعا کرتے ہیں کہ مکّہ کے رہنے والے اسلام کی صحیح خدمت کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ چاروں طرف سے ان کے لئے رزق مہیّا کرے وہ کسی کے محتاج نہ ہوں۔ انہیں سوال کی عادت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہر قسم کی احتیاج کو دُور کرے ان کی کمینگی اور ذلّت جاتی رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں طیّب اور فراواں رزق بہم پہنچائے۔ وہ حج کے لئے جانے والوں سے ہمیشہ محبت رکھنے والے، ان کے سچے خدمتگار اور معلّم ثابت ہوں۔ پھر ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو حج کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم میں سے جن کو حج نصیب نہیں ہوا، وہ بھی حج کریں۔ تقویٰ اور پرہیزگاری سے حج کریں اور ایک ولولہ اور شوق سے کریں۔ جس ایمان سے وہ حج کے لئے جائیں، اس سے ہزاروں گنا ایمان کے ساتھ وہ واپس آئیں۔ اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حکومت کو دنیا میں قائم کرے اور کفر و ضلالت کو مٹا دے۔ باتوں کو بگاڑ کر پیش کرنے والوں اور جھوٹ بولنے والوں کو تباہ کرے اور لوگوں کو ان کے پنجہ سے نکالے تا وہ سچے متقی اور پرہیزگار بن جائیں وہ صالح ہو جائیں، وہ شہید ہو جائیں، وہ صدیق ہو جائیں اور جب کبھی بھی اسلام ماموروں کا محتاج ہو وہ اس میں ظاہر ہوتے رہیں۔ اور مسلمانوں کے اندر ایسی نیکی پیدا ہو کہ ان کو دیکھ کر خدا تعالیٰ سے نفرت کی بجائے خدا تعالیٰ سے محبت پیدا ہو اور لوگ مسلمانوں کے مذہب کی طرف خود بخود کھنچے چلے آئیں۔

(الفضل ۳؍ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

لے ۔ کتاب الفقہ علی المذہب الاربعۃ مؤلفہ عبدالرحمٰن الجزیری جز اوّل صفحہ ۶۳۳

ﮯ ۔ مرقس باب ۱۰ آیت ۲۵

ﮯ ۔ تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۵۲، صفحہ ۶۴

ﮯ ۔ تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۴۵

ﮯ ۔ حضرت حافظ احمد اللہ صاحب ناگپوری رضی اللہ عنہ (وفات ۱۹۲۶ء) نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے حج بدل کیا تھا۔ (الفضل ۲۷؍ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

ﮯ ۔ صحیح مسلم کتاب ذکر الدجال وصفتہ و ما معہ

ﮯ ۔ اس واقعہ کا تعلق حضور رضی اللہ عنہ کی ذاتی یادداشت سے ہے۔

۸ ۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق دیکھیں نوٹ ص۳۷

۹ ۔حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ مطہرہ تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کے اخلاق کو دیکھکر لوگ آپ کو طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ سب سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور بعثت نبویؐ کے دسویں سال رحلت فرمائی۔ اسی سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب بھی فوت ہوئے تھے۔ اس لئے ان دو صدمات کی وجہ سے اس سال کو عام الحزن کہا جاتا ہے۔ (زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد ا ص۱۹۷، ص۲۹۶)

۱۰ ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نوٹ ص۳۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱ ۔حضرت ابواسامہ زید بن حارثہ الکلبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور پہلے تین مرد مسلمانوں میں سے ایک تھے۔ جنگ موتہ میں اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے اسی جنگ میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ (اسدالغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ا ص۲۲۴)

۱۲ ۔حضرت خالدؓ بن ولید کے متعلق نوٹ ص۲۷ پر گزر چکا ہے۔

۱۳ ۔حضرت عمرو بن العاص السہمی صلح حدیبیہ اور غزوہ خیبر کے درمیانی عرصہ میں ایمان لائے۔ پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور پھر امیر معاویہ کے عہد حکومت میں دوبارہ مصر کے گورنر رہے۔ ۴۳ھ میں وفات پائی (کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۶ ص۱)

۱۴ ۔تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ ص۵۵ تا ص۵۹